انتخاب

مرحوم جمال عبدالناصر کے کارنامے

مولانا یوسف بنوری

گزشتہ ستمبر ۱۹۷۰ء میں اُردن میں جو خونچکاں اور روح فرسا واقعات پیش آئے ان پر جتنا ماتم کیا جائے کم ہے۔ مسلمانوں کے ہاتھوں مسلمانوں کا یہ قتل عام بجا طور پر دَورِ حاضرہ کا "تاریخی المیہ" کہلانے کا مستحق ہے۔ وہ طاقت جو اسرائیلی طاغوت کے مقابلے میں خرچ ہونی چاہیئے تھی، آپس میں خانہ جنگی کی نذر ہو کر رہ گئی۔ "جہاد" کے بجائے خانہ جنگی کی مکروہ ترین دردناک صورت سامنے آئی اسباب کیا تھے؟ اور صحیح واقعات کیا ہیں؟ یہ ایک معمّہ سا بن گیا ہے۔ خیر اسباب کچھ بھی ہوں نتائج بہر حال ہمارے سامنے ہیں، اتنا ضرور ہے کہ اعداءِ اسلام نے جانبین کی حوصلہ افزائی کے لئے نہ صرف ریشہ دوانیاں کیں، بلکہ دونوں طرف مادی تعاون بھی جاری رہا۔ اور مسلمان اپنے ہی بھائیوں کا گلا کاٹنے کے لئے اعداء کے آلۂ کار بن گئے۔ انّا للہ وانا الیہ راجعون۔

اس المیہ کے ظاہری علل و اسباب کچھ بھی ہوں، مگر اس کا باطنی سبب تو بظاہر شامتِ اعمال ہی معلوم ہوتی ہے۔ خدا فراموشی، نسل پرستی، اعلائے کلمۃ اللہ کے تصور کا مفقود ہو جانا، جدید تمدن و تہذیب سے نہ صرف ملوّث ہونا بلکہ اس میں مستغرق ہو جانا، قدم قدم پر عریانی اور فواحش و منکرات کے روح فرسا مناظر اور خود پسندی، خود غرضی اور بداعتمادی کے مظاہر — یہ ہیں وہ چیزیں جنہوں نے عقلوں کو بیہوش بنا دیا تھا ع "شامتِ اعمالِ ما صورتِ نادر گرفت"۔

یہی دردناک صورت حال جمال عبدالناصر جیسی مضبوط اور آہنی شخصیت کے لئے جان لیوا ثابت ہوئی۔ یہ ان کی زندگی کا بے مثال کارنامہ ہے کہ فریقین اور تمام عرب ممالک کے سربراہوں کو بلا کر ان کی صُلح کرائی، اور ان کے تدبّر سے آخر یہ گتھی سلجھ گئی۔ جمہوریہ عربیہ متحدہ کے سفیر جناب علی خشبہ سے معلوم ہوا کہ جمال ناصر مرحوم کو نو راتیں مسلسل نیند نہیں آئی۔ ڈاکٹروں کے اصرار پر خواب آور گولیوں

کی مدد سے دن رات کے چوبیس گھنٹوں میں بمشکل دو گھنٹے آرام کرتے تھے۔ بلاشبہ یہ ان کی زندگی کا آخری کارنامہ ان کے نامۂ اعمال کا زرّیں حصّہ ہے۔

مشرقِ وسطیٰ کے حالات عرصہ سے پیچیدہ ہیں، اور اب جمال عبدالناصر کی وفات سے اور زیادہ پیچیدہ ہوگئے۔ عرصہ دراز کے بعد عرب ممالک میں استعماری طاقتوں خصوصاً امریکہ، برطانیہ اور یہود کا مضبوط ترین مخالف پیدا ہوا تھا۔ چنانچہ مرحوم کی وفات کے بعد ان کی مقبولیت کا ٹھیک اندازہ دنیا کو ہوا، امریکہ و برطانیہ عرب ممالک میں جو ریشہ دوانیاں کر رہے ہیں۔ ان کے لئے جمال ناصر کا وجود ایک آہنی دیوار تھا، ان کا سب سے بڑا وصف استعمار دشمنی تھا۔ جہاں کہیں استعماریت کے خلاف تحریک حریت شروع ہوئی۔ انھوں نے نہ صرف اس کی ہمنوائی کی، بلکہ ممکن سے ممکن اعانت سے بھی دریغ نہ کیا۔ الجزائر کی آزادی میں اوّل سے آخر تک جو محیر العقول اعانت کی وہ بجائے خود ایک عظیم کارنامہ ہے، برطانیہ، فرانس اور یہود کے سہ طاقتی حملے کو جس بہادری و تدبّر سے پسپا کیا وہ قابل حیرت ہے۔ اگر "اخوان المسلمین" ان کے سیاسی حریف نہ بنتے اور ان کے قتل سے ان کا دامن داغدار نہ ہوتا تو عرب دنیا میں اس کی مقبولیت تاریخی طور پر بے مثال ہوتی۔ اس وقت بظاہر امریکہ و برطانیہ کی ملعون سازشوں کے لئے میدان خالی سا ہو گیا ہے، چنانچہ فوراً امریکہ نے تقریباً بیس ارب ڈالر کا دفاعی بجٹ منظور کر کے اسرائیل کو ۵۰ کروڑ ڈالر قرض دینے کی تجویز پاس کر لی، اور دو میزائل اڈے فلسطین میں تعمیر کرانے کا منصوبہ بنا لیا، اس طرح عرب ممالک کی مشکلات میں اضافہ ہو گیا، اور یہود سے قدس اور مغصوبہ سرزمین کے استخلاص کی امید کھٹائی میں پڑ گئی۔

خیر یہ تو سیاسی مسائل ہیں۔ علمی و دینی مسائل ہمارے "بصائر و عبر" کا اصل میدان ہے۔ جامعہ ازہر کے میزانیہ کو ساڑھے نو ملین پونڈ تک پہنچا دیا۔ اس کے تعمیری سلسلہ کو اس قدر حیرت انگیز ترقی دی کہ عقل حیرت میں ہے۔ سات ہزار بیرونی ممالک کے طلبہ کے لئے وظائف مقرر کئے، اور "مدینۃ البعوث" میں ان سات ہزار طلبہ کے لئے رہائش کا انتظام کیا۔ عمدہ سے عمدہ غذائیں ان کے لئے فراہم کیں۔ ناشتے میں فول اور انڈے۔ دوپہر اور شام کے کھانے میں ہفتہ میں تین روز مرغ، اور اتنی وافر مقدار میں کہ جتنا چاہیں کھائیں، اور اگر طلبہ کے مہمان بھی ہوں تو ان کے لئے الگ انتظام۔ مطبخ سے مزید جتنا چاہیں کھانا طلب کریں۔ دینی یا غیر دینی اداروں اور قومی یا حکومتی مدارس و جامعات میں تاریخ اس کی نظیر پیش

کرنے سے قاصر ہے۔

سرکاری مناصب ازہریوں کے لئے کھول دیئے گئے، اور دین و دنیا کی تفریق علوم و معارف میں جو قائم ہوگئی تھی، ناصر پہلا شخص ہے جس نے اسے ختم کر دیا، اور تمام شعبوں میں خواہ انجنیئرنگ ہو یا اکنامکس، دین کا اتنا حصہ شامل کر دیا کہ آدمی جاہل نہ رہے۔ کلیۃ الھندسہ (انجنیئرنگ کالج) کا نصاب دیکھ کر حیرت ہوئی کہ ہمارے یہاں اسلامیات کی تعلیم جو ایم۔ اے میں ہوتی ہے اس کے مقابل میں صفر ہے۔ الغرض دوسرے ممالک کے طلبہ کے لئے بھی آسائش حیرت انگیز ہے، اور جیب خرچ کے لئے ۷ پونڈ کا وظیفہ دینا اس پر مستزاد۔ خود مصریوں کے لئے تمام تعلیم مفت، یعنی کتاب، پنسل اور کاپی تک حکومت دیتی ہے۔ اس لئے فوج کے علاوہ تمام وزارتوں سے وزارتِ تعلیم کا بجٹ زیادہ ہوتا ہے۔

ازہر کے زیرِ نگرانی ایک شعبہ "مجمع البحوث الاسلامیہ" کا قائم کیا، جس میں جدید مسائل کتاب وسنت کی روشنی میں حل کئے جائیں، اس کے لئے اکثر عرب ممالک سے مستقل ارکان و اعضاء کا انتخاب کیا پھر یہ اہتمام کیا کہ یہ مسائل تمام عالم اسلام کے علماء کے سامنے پیش کئے جائیں۔ اس کے لئے مؤتمرات یعنی کانفرنسیں ہوتی ہیں اور ان کانفرنسوں میں ہر نمائندے کو ردّ و قدح کی اجازت ہوتی ہے۔ فیصلہ ہونے کے بعد کتابی صورت میں وہ مسائل و مقالات چھپتے ہیں۔

ازہر میں ایک شعبہ قائم کیا جس کے زیرِ اہتمام تمام عالم میں، خواہ اسلامی ہوں یا غیر اسلامی، عربی ادب، عربی علوم یا اسلامی دعوت کے لئے علماء بھیجے جائیں، چنانچہ امریکہ سے پاکستان تک یہ سلسلہ جاری ہے۔ کراچی، ڈھاکہ، لاہور، پشاور، تمام جگہ یہ اساتذہ عربی سکھانے یا قرأت سکھانے یا بقیہ علوم سکھانے کے لئے موجود ہیں۔ اور بعض ممالک میں تو اتنے علماء بھیجے کہ حد ہوگئی۔ سومالی لینڈ میں سو کے قریب علماء بھیجے۔ اس طرح ہزاروں کی تعداد میں "مبعوثین" باہر کی دنیا میں بھاری مشاہرات سے بھیجے جاتے ہیں، اور اہل و عیال سمیت ان کے آنے جانے کے لئے ہوائی جہازوں تک کے تمام مصارف حکومت برداشت کرتی ہے۔

دینی و علمی کتابوں کی نشر و اشاعت کے لئے ایک مستقل ادارہ "المجلس الاعلیٰ المشئون اسلامیۃ" قائم کیا، اور اس میں ایک شاخ "احیاء التراث الاسلامی" قائم کی جس نے ان چند سالوں میں درجنوں اعلیٰ سے اعلیٰ کتابیں لاکھوں کی تعداد میں شائع کی ہیں۔ یہ کتابیں علمی اداروں اور تمام اسلامی و

غیر اسلامی ممالک کے مطالبے پر مفت اپنے خرچ پر بھیجے بلکہ افراد واشخاص کے نام ارسال کرتے ہیں، اور ان میں اسلامی اصول اور جدید انداز سے اسلامی علوم کی جو خدمت کی گئی عقل حیران ہے۔

محمود خلیل مصری کی تلاوت سے امام حفص رح کی قرأت کو ۸۴ بڑے ریکارڈوں میں تمام قرآن کریم کو ریکارڈ کر کے تمام ممالک اسلامیہ میں اس کے سیٹ بھیج دیئے تاکہ حکومتیں اسے ریڈیو پر نشر کرتی رہیں اس طرح امام ورش رح کی قرأت کے ۶۵ ریکارڈ بنائے گئے، اور مراکش اور افریقہ وغیرہ ممالک میں بھیجے گئے۔ وہاں عام طور سے لوگ مالکی مذہب کے ہیں اور وہ امام ورشؒ کی قرأت پڑھتے ہیں، اسی طرح قاری عبدالباسط عبدالصمد کی تلاوت کو ریکارڈ کر کے محفوظ کر دیا گیا اور وہ قاہرہ ریڈیو سے نشر کی جاتی ہے۔ قاہرہ میں ایک مستقل ریڈیو اسٹیشن قائم کیا گیا جس کا نام "محطۃ اذاعۃ القرآن الکریم" رکھا ہے۔ اس اسٹیشن سے صرف قرآن کریم کی تلاوت روزانہ چودہ گھنٹہ ہوتی ہے۔ اس طرح دنیا میں حفاظِ قرآن کے لئے آسانی کی گئی اور قرآن کریم کے احترام کے لئے اور کوئی خبر اس اسٹیشن سے نشر نہیں کی جاتی۔

نماز سکھانے کے لئے چھوٹے چھوٹے پلاسٹک ریکارڈ بنائے گئے اور تمام دنیا میں اس کو عام کر دیا، قرشوں میں اس کی قیمت رکھی اور مفت تمام ممالک میں بھیجے۔ قرآن کریم کے لاکھوں نسخے چھوٹے عمدہ سائز کے بہترین کاغذ پر طبع کر کے افریقہ کے ان تمام ممالک کو بھیجے جو آزاد ہو گئے ہیں، اس کے علاوہ سفارت خانوں کی معرفت تمام اسلامی ممالک میں بھیجتے ہیں تاکہ قرآن مطبعی اغلاط سے محفوظ رہے اور قرآن کی تلاوت عام ہو۔ پچھلے سالوں میں جب یہودیوں نے محرّف قرآن شائع کیا تو اس کے جواب میں تمام عالم کے لئے قرآن چھاپ کر ناصر کی حکومت نے ہر ہر گوشے میں نسخے ارسال کئے۔ قرآن کریم کی اشاعت، قرأت، تلاوت، طباعت جتنی اس کے دور میں ہوئی کبھی نہیں ہوئی۔ ماہِ رمضان المبارک میں تمام عالم اسلامی میں مراکش سے لے کر انڈونیشیا تک قاری بھیجے جاتے ہیں، چنانچہ ہر سال پانچ پانچ قاری پاکستان بھی آتے ہیں۔ کیا اسلام کے دشمن ایسے کام کرتے ہیں؟ اگر بالفرض یہ سیاسی اغراض کے لئے ہیں تو دوسرے اسلامی ممالک کیوں ایسا نہیں کرتے؟

غالباً پانچ برس کی بات ہے کہ "مجمع البحوث الاسلامیہ" کی مؤتمر کے زمانے میں راقم الحروف بھی مؤتمر میں مدعو تھا۔ اس وقت قاہرہ میں ہمارے پاکستان کے سفیر لے۔کے دہلوی (عبدالسمیع خاں دہلوی) تھے

وہ مجھ سے اس دوران میں کچھ مانوس سے ہو گئے تھے، اپنی قیام گاہ پر (یہ دریائے نیل پر سر آغاخان کی ایک عظیم الشان کوٹھی تھی اور پاکستانی حکومت کو دی گئی تھی) مجھے استقبالیہ دعوت دی، فراغت کے بعد مجھ سے کہا کہ میرا ایک پیغام آپ ہمارے صدر مملکت جناب ایوب خان کو پہنچا دیجئے، ان کو بتائیں کہ دنیا میں حکومت ایسی ہوتی ہے جیسی صدر جمال عبد الناصر کرتا ہے۔ میں نے پوچھا وہ کیسی؟ فرمایا: اس کے بچے اسکول اور کالج سائیکل پر جاتے ہیں، ان کے لئے موٹر نہیں، کسی بنک میں اس کا کوئی کھاتہ نہیں۔ جتنی زمین ان کی ملکیت تھی، صدر بننے کے بعد اس میں کوئی اضافہ نہیں ہوا، جس وقت وہ کرنل تھے اس وقت جس مکان میں رہتے تھے، بدستور اسی مکان میں رہتے ہیں۔ گورنمنٹ ہاؤس میں نہیں رہتے، صرف ملاقات کے لئے وہاں آیا کرتے ہیں، اٹھارہ گھنٹے روزانہ کام کرتے ہیں ——— میں نے کہا کہ آپ خود براہِ راست یہ پیغام کیوں نہیں پہنچاتے؟ کہا: یہ ہمارا منصب نہیں تم جیسے جرأت مند مولویوں کا کام ہے۔ میرا ارادہ تھا کہ اگر ایوب خان صاحب سے ملاقات ہو گی تو ضرور یہ پیغام ان کو پہنچاؤں گا۔

ناصر کا سب سے بڑا جرم یہ سمجھا جاتا ہے کہ اشتراکیت کی بنیاد ڈالی اور عرب قومیت کی علمبرداری کی، ہمیں ان کی وکالت نہیں کرنی۔ ہر شخص قیامت کے روز اپنے اعمال کا مسئول ہو گا۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ جمال عبد الناصر عہد حاضر کا فرمانروا تھا۔ وہ فاروق اعظم نہ تھا کہ دین و دنیا کے تمام نظام میں اسلامی شریعت اور آسمانی قانون کے اتباع سے سر مو تجاوز نہ کرے۔ اس معیار پر نہ جانے یہ مشکل تاریخ اسلام میں کتنے افراد نکلیں گے لیکن قابل غور یہ ہے کہ وہ اشتراکیت یا اشتمالیت جس کا سرا مارکس ولینن سے جڑتا ہے اور جو سراسر کفر و الحاد ہے اسے ایک لمحہ کے لئے کوئی مسلمان تو درکنار ایک عاقل انسان بھی برداشت نہیں کر سکتا لیکن جو ملک غلط نظامِ معیشت کی وجہ سے عیش پرستی کا مرکز ہو۔ طبقاتی تفاوت زمین و آسمان کا ہو، ایک کو عیش پرستی کا ہیضہ ہو، اور ایک نانِ شبینہ کے لئے ترستا ہو، اخلاق و دینی گرفتیں ڈھیلی ہو جائیں، ایسے نظام کی اصلاح کے لئے تدبیر کرنا تو جرم نہیں، البتہ تدبیر میں شرعی اصولوں سے نکلنا جرم ہے، تمام دنیا میں سرمایہ داری اور عیش پرستی کے ردّ عمل کے طور پر کمیونزم آرہا ہے، اگر کوئی شخص اس مہلک سیلاب کے روکنے کی تدبیر کرے اور صریح کفر سے بچائے تو کیا یہ قابل قدر کارنامہ نہ ہو گا؟ تمام یورپ کے عقلاء یہ کہتے ہیں کہ دنیا میں مصر ہی ایک ایسا ملک ہے جہاں روس کا کمیونزم نہیں آسکتا، جو اقتصادی نظام وہاں جاری ہے اس نے کمیونزم کے سیلاب کو مصر میں آنے

سے روک دیا ہے۔ یوں بھی وہاں کمیونزم اور قادیانیت دونوں خلاف قانون ہیں۔

بلاشبہ روسی اشتراکیت و اشتمالیت دونوں کفر ہیں، اور اگر کسی نے محض اسلام کے اقتصادی نظام کا نام اشتراکیت الاسلام یا "اسلامی سوشلزم" رکھ دیا تو بلاشبہ یہ بھی غلط ہے۔ اسلامی نظام کو اجنبی نام سے پکارنا بھی گناہ ہے، اسی طرح اسلام کے مالی نظام کے لئے دوسرے نظاموں سے استعارہ کر کے نام رکھنا بھی جرم ہے۔ یہ ذہنی مرعوبیت اور فکری غلامی کی دلیل ہے کہ اسلامی ناموں کو چھوڑ کر غیر اسلامی نام رکھا جائے۔ حق تعالیٰ نے اسلام کے تمام نظام کو، ــــ خواہ اس کا اقتصادی شعبہ ہو یا سیاسی و معاشرتی شعبہ ــــ دوسروں سے مستغنی کر دیا ہے۔ ہمیں کوئی ضرورت نہیں کہ روس یا چین کے ناموں سے اسلامی چیزوں کو پکاریں۔ لیکن واقعی سوشلزم لانا اور چیز ہے اور صرف اسلامی مالی نظام کو سوشلزم سے تعبیر کرنا ایک دوسری چیز ــــ دونوں میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ ایک صریح کفر اور دوسرا گناہ ہے۔ اخوان المسلمین کے ایک مشہور رکن رکین مصطفیٰ سباعی مرحوم نے اسلامی مالی نظام پر ایک ضخیم کتاب لکھی اور اس کا نام "اشتراکیت الاسلامی" رکھا۔ کیا نام رکھنے سے وہ کافر ہو گیا؟ العیاذ باللہ۔ ہاں اگر اسلامی نظام کے بالمقابل روس کی اشتراکیت کو سراہا جائے، جیسا کہ سید قطب کی کتاب "العدالۃ الاجتماعیۃ" سے مترشح ہوتا ہے تو بڑی خطرناک اور بڑی ناسمجھی کی بات ہے۔ بہرحال جو جرم اخوان المسلمین کے رکن نے کیا یہی جرم ناصر نے بھی کیا ہے۔

ناصر کی سب سے قابل مواخذہ بات درحقیقت عربی قومیت میں غلو ہے اگرچہ وہ خود یہ کہتے تھے کہ اتحاد اسلامی سے پہلے وحدۃ العروبۃ یعنی "عرب اتحاد" کی ضرورت ہے اور یہ اتحاد اسلامی کی طرف ہمارا پہلا قدم ہے اور پہلی منزل ہے، لیکن ہوا یہ کہ تمام اعداءِ اسلام نے خود اس کو اتنا اچھالا کہ یہ ایک مستقل حقیقت بن گئی ہے اور تمام عرب ممالک کا دامن اس نیشنلزم سے ملوث ہو گیا، اعداءِ اسلام کو موقع مل گیا کہ اس کو اتنی قوت پہنچائیں کہ اتحاد اسلامی کا نعرہ دفن ہو کر رہ جائے۔ عرب اور غیر عرب کے درمیان تفریق ہو جائے اور قومیت کے ساتھ وطنیت کی لعنت سوار ہو جائے۔ اس جذبے نے اتنی ترقی کر لی کہ عرب عیسائی غیر عرب مسلمان سے بہتر سمجھا جانے لگا۔ بلاشبہ یہ عذاب تمام عربی ممالک پر مسلط ہو گیا اور مصر اگرچہ ابتداً اس نعرے کا مرکز رہا، لیکن دوسرے ممالک اس سے بھی اب نمبر لے گئے۔ حق تعالیٰ رحم فرمائے۔ بہرحال جو نظام عہدِ ناصری میں جاری ہوا اس سے بڑی

حد تک غریبوں کا مسئلہ حل ہو گیا۔ اور ایک غریب فلاح کو تعلیم و ہسپتال کی وہ سہولتیں میسّر آئیں جو کسی وقت صرف امیر کو میسّر ہو سکتی تھیں، تاہم ہم نے اس نظام کی ظلمت محسوس کی۔ نہ معلوم یہ حقیقت ہے یا ہمارا فریب نظر۔

یوں تو مصر کی سرزمین آزادی کے لئے تاریخی طور پر مشہور ہے، صدیوں پہلے حافظ بدرالدین عینیؒ نے "عمدہ" میں اس کی بڑی تلخ شکایت کی تھی، مگر جب سے نپولین کا اقتدار قائم ہوا اور فرانسیسی نسلیں قاہرہ و اسکندریہ میں لاکر بسائی گئیں تو بے پردگی کا رواج عام ہوتا گیا۔ نئی نسل میں ــــــ بالخصوص شہری آبادی میں ــــــ "سفور" یعنی بے حجابی کی وبا پھیل گئی، تعلیمی مدارس کے تمام شعبوں میں لڑکیاں تعلیم پانے لگیں۔ تاہم ازہر میں دینی تعلیم کے دروازے لڑکیوں کے لئے بند تھے۔ ناصر کے عہد میں پہلی بار یہ پابندی اٹھائی گئی۔ ازہر کے دروازے لڑکیوں کے لئے کھول دیئے گئے، اور ان کے لئے لڑکوں سے الگ انتظام کر دیا گیا ــــــ ہمارے نزدیک بے حجابی ایک لعنت ہے خواہ مصر میں ہو یا شام میں ــــــ، افغانستان میں ہو یا پاکستان میں ــــــ اور بے پردگی لعنت ہے خواہ وہ تعلیم کے لئے ہو یا پارلیمنٹ کی ممبری کے لئے، جدید تعلیم کے لئے ہو یا قدیم کے لئے، میڈیکل کالجوں میں ہو یا پولیس تھانوں کی خدمات کے لئے، کرسیٔ عدالت پر ہو یا مسند تدریس پر ــــــ ہم کسی موقعہ پر بھی سفور (بے پردگی) کی حوصلہ افزائی برداشت نہیں کر سکتے۔ یہ نہ صرف فطرت سے انحراف اور تقاضائے انسانیت سے بغاوت ہے، بلکہ انسانیت کے مظلوم طبقہ (عورتوں) پر مزید ظلم ڈھانے اور اسے نشانۂ ہوس بنانے کے لئے ایک شیطانی حربہ ہے۔ دورِ جدید کی بے پردگی مغرب کی بے خدا، بے دین اور بے غیرت قوموں اور تہذیبوں کا لایا ہوا تحفہ ہے ــــــ ناپاک اور نجس تحفہ ــــــ اسلام کی نظر میں عورت سراپا "ستر" ہے اور جو اس "ستر" کو برہنہ کرے وہ ملعون ــــــ عورت کو برہنہ کر کے مغرب، جس گرداب میں پھنس چکا ہے کاش ہمارے مسلمان بھائی اسی سے عبرت پکڑتے، اور خدا و رسولؐ کے حکم کی مخالفت کر کے "شرفِ انسانیت" کو یوں رسوا نہ کرتے۔

(بشکریہ ماہنامہ بینات کراچی۔ نومبر ۱۹۷۰ء)